کتابوں کا تعارف

نام کتاب	:	خیر المجالس
جامع	:	مولانا حمید قلندر
ناشر	:	شعبۂ تاریخ ،مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
مقدمہ وتصحیح	:	پروفیسر خلیق احمد نظامی
مبصر	:	پروفیسر شریف حسین قاسمی

ہندوستان میں لکھا جانے والا سب سے پہلا ملفوظ ،حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء 'فوائد الفواد ہے۔ اس کے بعد مختلف عرفاء کے ملفوظات مرتب کیے گئے۔ خواجہ نظام الدین اولیاء نے اپنے مرید خاص، امیر حسن سنجری دہلوی، کو اپنے ملفوظات جمع کرنے کی اجازت دی تھی۔ آپ ہی کی روایت کی پیروی میں آپ کے خلیفۂ ارشد شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے اپنے مرید، مولانا حمید قلندر، کو اجازت دی کہ وہ بھی ان کے ملفوظات جمع کرسکتے ہیں۔ حمید قلندر نے خیر المجالس کے نام سے یہ ملفوظات جمع کیے۔

شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کو ہندوستان میں اوائل دور کے عظیم عرفاء میں آخری عظیم المرتبت صوفی شیخ سمجھا جاتا ہے۔ آپ اودھ میں ۶۷۶/ ۷۷-۱۲۷۶ ہجری میں یا اس کے آس پاس پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شیخ یحیٰ پشمینہ کے ایک کامیاب اور ثروتمند تاجر تھے۔ ان کے بہت سے غلام تھے، اورآپ عیش وعشرت سے رہتے تھے ۔ یہ خاندان اصلاً خراسان کا تھا، جہاں سے چراغ دہلی کے دادا عبد اللطیف یزدی لاہور آگئے تھے۔ شیخ بھی لاہور میں پیدا ہوئے اور بعد میں اودھ آگئے۔ یہ حضرت امام حسینؑ کی اولاد میں سے تھے۔

چراغ دہلی ابھی صرف نو برس کے تھے کہ ان کے والد شیخ یحیٰ کا انتقال ہوگیا۔ پھر ان کی نیک دل والدہ نے ان کی پرورش کی اور ان کو تعلیم دلائی۔ چراغ دہلی کے اساتذہ میں عبد الکریم شیروانی کا نام بھی لیا گیا ہے۔ قاضی محی الدّین کاشانی نے انہیں بزدوی مکمل کرائی۔ مولانا افتخار الدین محمد گیلانی اور مولانا شمس الدین یحیٰ بھی آپ کے اساتذہ میں تھے۔ ظاہری تعلیم حاصل کرنے کے بعد شیخ نصیر الدین نے روحانی تعلیم کی طرف توجہ کی۔ برسوں اودھ کے جنگلوں میں پھرتے رہے

اورعبادت وریاضت میں مصروف رہے۔ اکثر سنبھالو کے پتوں سے روزہ کھولتے تھے۔

آپ تینتالیس برس کے تھے کہ ایک روحانی رہبر کی آرزو نے انہیں بے چین کردیا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء کی شہرت نے غالبًا انہیں دہلی کی دعوت دی، تو آپ دہلی پہونچے۔ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خواجہ صاحب نے پہلی ہی ملاقات میں ان کی پوشیدہ صلاحیتوں کو پہچان لیا اور اپنی سرپرستی میں قبول کرلیا۔ اور بالآخر انہیں اپنی خلافت سے بھی نوازا۔ آپ کو حضرت محبوب الٰہی نے ۲۰/ذی الحجہ ۷۲۴/ ۱۳۲۳ کو اپنا خلافت نامہ عطا کیا۔ محبوب الٰہی نے اپنے انتقال سے پہلے وہ تمام تبرکات جوانہیں ان کے مرشد بابا فرید نے عطا کئے تھے، شیخ نصیر الدین کے سپرد کردئے۔

حضرت محبوب الٰہی کی رحلت کے بعد شیخ نصیر الدین نے دہلی میں اپنے سلسلے کے لئے تقریباً تیس برس کام کیا۔ اسی دوران محمد بن تغلق سے ان کے تعلقات اچھے نہیں رہے۔ محمد بن تغلق نے دہلی کی آبادی کو دولت آباد منتقل ہونے کا حکم دیا، بے شمار لوگ چلے گئے، لیکن شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے اپنے وجود کی روشنی سے اس شہر کو محروم نہیں کیا۔ وہ اسی شہر میں رہے۔ محمد بن تغلق کے بعد فیروز شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا۔ اس بادشاہ سے بہر حال چراغ دہلی کے تعلقات خوشگوار رہے۔ چراغ دہلی اپنے سلسلے کی تعلیمات اور رشدو ہدایت کی روشنی پھیلانے کے بعد ۱۸/ رمضان ۷۵۷/ ۱۳۵۶ کو واصل بہ حق ہوئے اور اس طرح چشتی دبستان تصوف کا ایک پروقار اور عظیم ستون گر گیا۔ امیر خورد نے سیر الاولیاء میں لکھا ہے کہ آخری عمر میں ''روح مجرّد'' ہوگئے تھے۔

شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی شہرت صرف ہندوستان ہی میں نہیں، بلکہ ہندوستان سے باہر بھی اسلامی دنیا میں پھیل گئی۔ مکہ کے امام عبد اللہ یافعی اور مولانا عبد اللہ فطری نے جب ان کی وفات کی خبر سنی تو جلال الدین بخاری سے کہا کہ'' آج ہندوستان کا قطب چل بسا۔''

اسی عظیم عارف وعالم کے ملفوظات کا نام خیر المجالس ہے، جس کے جامع مولانا محمد قلندر ہیں۔ ان کے والد مولانا تاج الدین تھے، جو خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید تھے۔

حمید قلندر شیخ نصیر الدین کی مجالس میں اکثر حاضر ہوتے۔ انہوں نے چراغ دہلی کے ملفوظات مرتب کرنے کا فیصلہ کیا۔ خود شیخ نصیر الدین ان کے تحریر پر نظر ثانی کرتے تھے۔ ایک جز مکمل ہوجاتا، تو حمید قلندر اُسے شیخ نصیر الدین کو پیش کردیتے، وہ اسے پڑھتے اور اس کی توثیق کرتے۔

حمید قلندر نے خیر المجالس اسی انداز میں مرتب کی ہے، جو فوائد الفواد میں حسن سنجری دہلوی

نے اختیار کیا ہے۔ خیر المجالس میں سو مجالس ہیں اور ایک ضمیمہ جس میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے احوال زندگی بیان کیے گئے ہیں۔

خیر المجالس کی چند مجالس میں درج ذیل امور بیان کیے گئے ہیں:

عرس مولانا برہان الدین غریب، ملفوظ ناتمام مولانا برہان الدین، ذکر قیامت، کیفیت شیخ نصیر الدین محمود، در آمدن دانشمندی، حکایت عبد اللہ صاحب، جزائے عمل، خواب کہ عورتی بحضرت عائشہ بیان کرد، تقوی وحق تقوی، تفسیر آیہ: ''فاتقوا اللّٰه ماستطعتم'' حضور در نماز، حکایت خواجہ مجدود آدم پدر خواجہ سنائی -حب مال وحب جاہ، احتراز از محبت دنیا، حکایت شیخ جلال الدین تبریزی، خفتن بعد نماز اشراق، شیخ ابوسعید ابوالخیر، شیخ ابوسعید اقطع۔

خیر المجالس میں بہت سے ایسے امور بحث میں آئے ہیں جو فوائد الفواد میں بھی نظر آتے ہیں۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر کی اسرار التوحید بھی چراغ دہلی کے مآخذ میں شامل ہے۔ احیاء العلوم، کشف المحجوب اور عوارف المعارف وہ دیگر بنیادی کتابیں جن کے اثرات ہمیں خیر المجالس میں نظر آتے ہیں۔

خیر المجالس کے مطالب سے جو علمی وعرفانی تصویر حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی بنتی ہے، وہ یہ ہے کہ چراغ دہلی ایک اعلیٰ پایہ کے عالم دین تھے۔ معارف اسلامی پر ان کی گہری نظر تھی اور اسی طرح عرفان وسلوک کے میدان میں بھی وہ ایک صاحب نظر بزرگ تھے۔ ان کی تعلیمات میں شریعت پر بہت زیادہ تاکید نظر آتی ہے۔

حضرت چراغ دہلی بھی اپنے مرشد کی طرح گفتگو کے دوران اپنے خیالات ونظریات کی تائید وتوثیق میں شعراء کے کلام سے استفادہ کرتے تھے۔ خیر المجالس میں متعدد اشعار کی پیوند کاری نظر آتی ہے۔ جو اطلاعات چراغ دہلی نے قدیم علماء ومشائخ کے بارے میں فراہم کی ہیں، ان کی بڑی علمی اور ادبی حیثیت ہے۔ ایک مجلس میں آپ نے فرمایا کہ امیر خسرو اور امیر حسن نے بہت کوشش کی کہ وہ سعدی کے انداز میں شعر کہیں، لیکن یہ انہیں میسر نہیں آیا۔ وجہ یہ تھی کہ سعدی نے جو کچھ کہا ہے'' سرحال'' کہا ہے۔

اسی طرح آپ نے ایک بار خاقانی، نظامی اور سنائی کے بارے میں ایک دلچسپ نکتہ بیان فرمایا کہ خاقانی اور نظامی صالح اشخاص تھے، لیکن خواجہ سنائی (از مقطعان) نے دنیا سے تعلق توڑ لیا تھا۔ انہوں نے دنیا واہل دنیا سے خود کو منقطع کر لیا تھا۔

اسی طرح کے چھوٹے چھوٹے لیکن نہایت جامع جملے ہمیں بعض صوفیاء، شعراء، علماء کی زندگی اور ان کے کارناموں کے بارے میں خیر المجالس میں نظر آتے ہیں۔ یہ جملے ایک طرف تو یہ اشارہ کرتے ہیں کہ ان کے کہنے والے نے ان حضرات کی زندگی اور کارناموں کا نظر غایر سے مطالعہ کیا تھا اور دوسری طرف شیخ نصیر الدین کے صحیح نتیجہ نکالنے کے ملکہ کا ثبوت ہیں۔

اکثر مطالب ومشمولات میں فوائد الفواد اور خیر المجالس ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت چراغ دہلی نے اپنے مرشد سے سب سے زیادہ کسب فیض کیا ہے اور اس کا ثبوت وہ مطالب ہیں جو دونوں کے ملفوظات میں مشترک ہیں۔

شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے قرآن حکیم اور احادیث پیغمبر اسلامؐ بھی اپنی گفتگو کے دوران کثرت سے نقل کی ہیں اور ان کی تفسیر اور افہام وتفہیم پر اظہار خیال کیا ہے۔ خود یہ حصہ تفسیر قرآن سے وابستگی رکھنے والوں کے لئے دلچسپی اور رہنمائی کا باعث ہوسکتا ہے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ شیخ نصیر الدین کے ان ملفوظات میں شیخ ابو سعید ابو الخیر کا ذکر بہت کثرت سے ملتا ہے۔ ان کی زندگی اور تعلیمات سے متعلق بے شمار اشارے خیر المجالس میں نظر آتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چراغ دہلی نے اس ایرانی عارف کی زندگی اور تعلیمات پر غور وفکر زیادہ کیا تھا۔ ان کی اسرار التوحید ان کے پاس تھی، جس کا وہ اکثر مطالعہ کرتے رہتے تھے اور اسی وجہ سے اس کے مطالب آپ کے زبان زد تھے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے خیر المجالس کا فارسی متن سلیقے سے مرتب کیا ہے اور اس پر انگریزی میں مقدمہ لکھا ہے، جس میں شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کی زندگی اور ان کے کارناموں سے سیر حاصل تاریخی نوعیت کی بحث کی ہے۔

خیر المجالس کا ایک بار اردو میں ترجمہ بھی ہوا تھا۔ یہ ترجمہ مولوی احمد علی ٹونکی نے ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ میں ''سراج المجالس'' کے نام سے کیا تھا، اور مولانا غلام احمد برہانی نے اسے دہلی سے شائع کردیا تھا۔ اب وہ ترجمہ آسانی سے دستیاب نہیں ہے۔ اسی طرح خیر المجالس کے خطی نسخے بھی بس دو ایک ہی ملتے ہیں۔ اس کا ایک مکمل خطی نسخہ آصفیہ لائبریری، حیدر آباد، میں محفوظ ہے اور اس کے علاوہ اس کے ناقص نسخے امروہہ میں ایک شخصی کتب خانے میں، دوسرا نامکمل مولانا آزاد لائبریری، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، میں موجود ہے۔

اسم کتاب : فوائد الفواد

جامع : خواجہ امیر حسن علا سنجری دہلوی

مترجم وناشر : خواجہ حسن ثانی نظامی بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی

'فوائد الفواد' ہندوستان کے معروف اور محترم چشتی صوفی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اس کے جامع ومرتب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مرید خاص خواجہ امیر حسن سنجری دہلوی ہیں، جنہیں سعدی شیرازی کی پرسوز غزلیات کی پیروی کی وجہ سے سعدیٔ ہند کہا جاتا ہے۔ فوائد الفواد کو چشتی سلسلۂ تصوف میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اسی وجہ سے اسے اس سلسلے کا لائحہ عمل کہا جاتا ہے۔ یہ ایک طرف تو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی نہایت گہرے مذہبی فہم اور تصوف سے متعلق ان کے تجرباتی اور مشاہداتی عمل کا نچوڑ ہے، تو دوسری طرف یہ کتاب اسکے جامع خواجہ امیر حسن علا سنجری کی مذہبی، علمی وعرفانی میدانوں میں متجسسانہ طبیعت کی غمازی ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نہ صرف چشتی سلسلے میں، بلکہ تمام دوسرے صوفی سلسلوں میں بھی ایک خاص امتیاز کے حامل ہیں۔ آپ ہندوستان میں چشتی سلسلے کے چوتھے بزرگ صوفی ہیں۔ سب سے پہلے خواجہ معین الدین چشتی، دوسرے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی اور تیسرے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر ہیں، جو خواجہ نظام الدین اولیاء کے پیرو مرشد تھے۔ فوائد الفواد کے مطالعے سے، نیز حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، جنہیں محبوب الٰہی بھی کہا جاتا ہے، سے متعلق دوسری معاصر وبعد کی روایات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ کی ذات گرامی ہندوستان کی روحانی اور تہذیبی تاریخ میں ایک ایسی جامع شخصیت ہے کہ ایسی دلاویز ہستیاں بشریت میں خال خال ہی پیدا ہوئی ہیں۔'' آپ ایک صوفی با صفا ہی نہیں تھے، جس نے تصوف اسلامی کی تمام خوبیوں کو اپنی سیرت کے آئینے میں دکھایا، بلکہ ایک نکتہ رَس فقیہ، محدث، مفسر، محقق اور ادبیات عربی وفارسی کے متبحر عالم، شاعر اور تاریخ وسیر پر گہری نظر رکھنے والے نہایت وسیع المطالعہ اور باخبر انسان تھے۔''

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء عام روایت کے مطابق بروز بدھ، ۲۴ صفر ۶۳۶ مطابق ۴؍اکتوبر ۱۲۳۸ء میں بدایوں میں پیدا ہوئے۔ اسی شہر میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ بدایوں میں اپنی زندگی کے بارے میں خود محبوب الٰہی نے خاصی تفصیل سے اطلاعات بہم پہنچائی ہیں۔ سولہ برس کے تھے کہ اعلیٰ تعلیم کی غرض سے دہلی آئے۔ والدہ، بہن اور ان کے دو بچے ہمراہ تھے۔ پھر غالباً وہ

بدایوں نہ جاسکے اور دہلی ہی کے ہو رہے۔ اسے دہلی کی خوش قسمتی سمجھنا چاہئے۔ دہلی میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ کو حضرت بابا فرید کی خدمت میں اجودھن جانے کی نعمت نصیب ہوئی۔ آپ حضرت بابا کے مرید ہوگئے اور پھر ۶۶۹ھ میں حضرت بابا نے آپ کو اپنی خلافت سے نوازا۔

فوائد الفواد کے جامع امیر حسن علا سنجری ایک دنیا دار آدمی تھے ۔ یہ بدایوں میں ۱۲۵۴ میں پیدا ہوئے تھے۔ پھر دہلی آگئے اور اسی بغداد ہند میں تعلیم حاصل کی ۔ ابتدا ہی سے نہایت حساس ذہن اور لطیف مذاق پایا تھا۔ فارسی اور عربی پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی ۔ تیرہ سال کے تھے کہ شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ امیر خسرو کے دوستوں میں تھے۔ یہ دونوں بلبن کے لڑکے اور ولی عہد شہزادہ محمد خان سے وابستہ رہے۔ امیر خسرو، مصحف دار امیر حسن، اس کے دوات دار تھے۔ شہزادہ محمد خان ملتان کا گورنر تھا۔ یہ شہزادہ منگول لشکر کا مقابلہ کرتے ہوئے ۳۰ ذی الحجہ ۶۸۳ھ/ ۸ مارچ ۱۲۸۵ کو شہید ہوگیا۔ اس کی شہادت کے بعد حسن سنجری بے روزگار ہوگئے اور پھر یہ فرصت کے دن ان کے لئے لوٹ کر نہیں آتے لیکن ایک اور دولت سے نوازے گئے اور وہ تھی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے ان کی رفاقت اور مریدی۔ حضرت نظام الدین سے امیر حسن کا بامعنی اور نتیجہ خیز رابطہ اس وقت ہوا جب حسن کی عمر ۵۵ سال تھی امیر حسن نے دنیا داری سے توبہ کرلی اور خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خود بقول حسن :

ای حسن توبہ آن گہی کردی که ترا طاقت گناہ نماند

(حسن تم نے تو توبہ اس وقت کی جب تم میں گناہ کرنے کی طاقت ہی نہیں رہی)

خواجہ نظام الدین اولیاء نے ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ کیا کہ انہیں اپنی گفتگو قلمبند کرنے کی اجازت دی۔ یہ سعادت معمولی نہ تھی۔ مزید برآں حسن سنجری جو کچھ قلمبند کرتے تھے، حضرت خواجہ صاحب اس پر نظر ڈالتے تھے ۔ اور بعض مقامات پر حسن سنجری کچھ الفاظ اس لیے لکھنے سے چھوڑ دیتے تھے کہ تصدیق کے بعد لکھیں گے۔ ایسے مقامات پر درکار الفاظ خواجہ صاحب تحریر فرمادیتے تھے ۔ خواجہ حسن سنجری نے یہ بھی التزام کیا ہے کہ جس قدر مقدور ہو، خود حضرت محبوب الٰہی کے الفاظ کو ضبط تحریر میں لائیں، یعنی فوائد الفواد کے الفاظ وعبارات حضرت محبوب الٰہی کے ہیں، ہاں قلم حسن سنجری دہلوی کا ہے، جنہوں نے انہیں صفحہ قرطاس پر پیش کرنے کا اور شرف پایا۔

حسن دہلوی نے خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کو ۳ شعبان ۷۰۷ھ/ ۲۸ جنوری

۱۳۰۸ء میں قلمبند کرنا شروع کیا اور اس کام کو ۲۰ شعبان ۷۲۲ھ تک انجام دیتے رہے۔اس طرح انہوں نے تقریباً پندرہ سال کے دوران حضرت محبوب الٰہی کی بعض مجالس کی گزارش روداد جمع اورمرتب کی اور اپنی اس کوشش کو نہایت مناسب اور حسب حال نام دیا،فوائد الفواد؛ جو پانچ جلدوں میں منقسم ہے اور ہر جلد مجلسوں میں تقسیم ہے۔ اس طرح فوائد الفواد میں کل ۱۸۸ مجلسیں ہیں۔ان میں بعض طویل ہیں اور بعض بہت مختصر۔ اکثر دو مجلسوں کے درمیان زمانی فصل بھی بہت زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر جلد اول کی ابتدائی مجلسیں عموماً جمعہ کے دن کی ہیں۔ آگے چل کر یہ فاصلہ بڑھتا گیا ہے۔کہیں دو مجلسوں کے درمیان کئی ماہ کا فاصلہ ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ امیر حسن جب دہلی میں ہوتے تھے،تو پابندی سے حضرت محبوب الٰہی کی مجالس میں حاضر ہوتے تھے اور ان میں ہونے والی گفتگو کو قلمبند کرلیا کرتے تھے۔لیکن جب اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لئے دہلی سے باہر چلے جاتے تھے تو مجالس میں شرکت کی سعادت سے محروم رہتے تھے۔ اس وجہ سے مجالس میں زمانی فاصلہ نظر آتا ہے۔ بہر حال ۱۵ سال کے دوران منعقد ہونے والی مجالس کا حال فوائد الفواد میں بیان کیا گیا ہے۔

فوائد الفواد کی بعض امتیازی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔صحت زبان ،صحت روایت ،حسن اسلوب: چوں کہ ایک زبردست شاعر نے یہ ملفوظات جمع کیے ہیں، اس لیے اس کی نثر میں حسب حال استعارہ کی پیوندکاری کی گئی ہے، جس کی وجہ سے اس کی نثر کا حسن دوبالا ہوگیا ہے۔

۲۔فوائد الفواد ہندوستان میں مرتب ہونے والا کسی صوفی کا سب سے پہلا ملفوظ ہے جو بعد کے بے شمار ملفوظات کے لئے نمونہ قرار پایا۔ اور یہ اس سلسلے میں ایسا بابرکت ثابت ہوا کہ تقریباً ہر سلسلے کے بعض مشائخ کے ملفوظات جمع کیے گئے اور اس طرح فارسی ادب میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔اس معنی میں خود لفظ ملفوظ فارسی زبان وادب کو ہندوستان کی دین ہے۔

۳۔امیر حسن نے حتی الوسع یہ اہتمام کیا ہے کہ جو لفظ حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے وہ سنیں اسے اسی طرح برقرار رکھیں، جیسا کہ پہلے رکھا جاچکا ہے۔ اگر حسن دہلوی سے کوئی لفظ چھوٹ جاتا تھا تو وہ مسودے میں جگہ خالی چھوڑ دیتے تھے اور جب حضرت خواجہ صاحب ان اوراق پر نظر ڈالتے تھے تو خالی جگہوں کو پر کردیتے تھے۔ یہ امتیاز کسی دوسرے ملفوظ کو حاصل نہیں۔

۴۔فوائد الفواد کے مطالب میں جو علوم اور موضوعات موجزن ہیں وہ یہ ہیں:

تفسیر قرآن، حدیث پیغمبر اسلامؐ، فقہ اسلامی، اصول فقہ، تاریخ خاص طور پر اسلامی تاریخ، سیرت، سیرت اولیاء، ملفوظات مشائخ، تصوّف کے نظری اور عملی امور، اعمال، عبادات، آداب المریدین، آداب الصوفیہ، تزکیۂ نفس، اخلاقیات، صوفیہ کی اصطلاحات، فلسفہ، منطق، آداب معاشرت، تعبیر رویا، حکایات مشائخ، اصول عقائد، ادب وشعر، سماع، لغت اور فقہ اللغۃ، وعظ وتذکیر، تمثیلات، لطائف، احوال مشائخ، مشاہیر شعراء وادباء وغیرہ۔

فوائد الفواد ہر دور میں مقبول رہی ہے۔ اوراس کونقل کیا گیا۔ اس وجہ سے اس کی بعض روایات میں معمولی لفظی اختلافات راہ پا گئے، لیکن شمالی ہندوستان میں پچھلے سات سو برسوں میں اتنے سیاسی انقلابات آئے کہ اب ہمیں فوائد الفواد کا کوئی بہت قدیم خطی نسخہ نہیں ملتا، جو نسخے ملتے ہیں ان میں بیشتر عہد محمد شاہ کے بعد کے ہیں۔

بعض قدیم کتابوں میں فوائد الفواد سے جو مطالعہ نقل ہوئے ہیں، وہ ہمیں مطبوعہ فوائد الفواد میں نظر نہیں آتے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ فوائد الفواد کی قدیم اور موجودہ روایات میں مطالب وموضوعات کا اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔

فوائدالفواد پچھلے برسوں میں کئی بار شائع ہوئی ہے، اسی طرح ا سکے متعدد باراردو اور انگریزی میں تراجم بھی کیے گئے ہیں۔فوائد الفواد کا متن کم از کم دوبار ایران سے بھی شائع ہوا ہے۔

جناب خواجہ حسن ثانی نظامی صاحب نے چند سال پہلے اس کا متن اپنے اردوترجمے کے ساتھ نہایت معیاری انداز سے شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ فوائد الفواد کے پہلے ترجموں سے کچھ مختلف ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پہلے مترجم حضرات نے فوائد الفواد کے متن پر غور نہیں کیا تھا جو اشتباہات اس کے متن میں درآئی تھیں، انہیں اسی طرح ترجمے میں داخل کردیا۔ خواجہ صاحب نے متن پر غور کیا اور صحیح الفاظ وعبارات کا تعین کیا اور پھر انکا ترجمہ کیا ہے۔

درحقیقت کتاب اگر اس اہمیت کی ہو جیسی فوائد الفواد ہے کہ اس میں شریعت وطریقت کے مسائل اور اسرار ودقائق کونہایت دلنشین اورموثر پیرایئے میں بیان کیا گیا ہے اور یہ چشتی نظامی سلسلے سے وابستہ لاکھوں طالبان حق کا دستور العمل ہو، تو کسی دوسری زبان میں اس کے ترجمے کا معاملہ اور بھی نازک ہوجاتا ہے۔ یہاں مترجم کے لئے صرف فارسی زبان سے واقف ہونا اور اردو زبان واظہار پر قادر ہونا ہی کافی نہیں، بلکہ تصوف اسلامی کی نظری اور عملی واقفیت رکھنا بھی ضروری ہے، اور شریعت

اسلامیہ سے باخبر ہونا بھی ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ خود ایک باعمل اور صاحب نسبت وصاحب سلسلہ بھی ہو تو اس کتاب کے مطالب نظامی الحمد للہ ان خصوصیات کے حامل ہیں اور اس کا ثبوت فوائد الفواد کا وہ اردو ترجمہ ہے جسکا حوالہ درج بالا سطروں میں دیا گیا ہے۔

ادبی لطائف گذشتہ شمارہ کے حوالے صفحہ ۱۷۰ سے ملاحظہ فرمائیں:

یہ مثالیں ایسی ہیں جو اتفاقاً نظر پڑ گئیں۔ تلاش کی جائے تو اس قسم کی غلطیاں کم وبیش ان تمام ملفوظات، تذکروں اور اصول تصوف کی کتب میں ملیں گی جو مقابلتاً زیادہ معتبر سمجھیں جاتی ہیں۔ اور یہی مرحوم مولانا صباح عبدالرحمٰن کے محولہ بالا مقالہ کا اصل سبق کہا جاسکتا ہے کہ کسی ملفوظاتی ماٰخذ کو مستند نہیں فرض کرلینا چاہئے اور قدیم چشتی مفلوظ کی طرح دیگر ملفوظات کو بھی تنقید کی خوردبین کے نیچے رکھ کر جانچنا ضروری ہے۔

راہ اسلام کا حوالہ گذشتہ شمارہ کا باقی

حوالہ جات

۱۔مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، قصص القرآن، ناشر۔ محمد سعید اینڈ سنز کراچی، سال ندارد(طبع چہارم)۔ ج ۱،ص۹، ۵۰۔ج ۲،ص۷۸، ۸۱،۱۵۶۔۱۵۷

ALso see Fazlur Rahman, Islam,London,, 1966,p.133

''صوفیانہ لطائف'' اور ''اسرائیلیات'' کے نکتہ اتصال کی ایک اچھی مثال حضرت داؤد علیہ السلام اور ادریہ کی داستان کا ذکر ہے جو سید محمد گیسودراز کے ملفوظات ''جوامع الکلم'' میں دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو''جوامع الکلم'' مرتبہ سید محمد اکبر حسینی۔مخطوطہ برٹش میوزیم۔شمارہ ۲۵۲ورق ۱۲۶، الف وب۔

۲۔ابو القاسم رسالہ قشیریہ ترجمہ فارسی با تصحیحات بدیع الزمان فروز انفر، تہران۔ ۱۳۴۵ شمسی ۱۹۶۷، ص ۴.۴۔ ۴۰۵۔ اردو ترجمہ اسلام آباد ۱۹۸۴ء (مترجم ڈاکٹر پیرحسن)قدرے مختلف ہے۔ اس مضمون میں قشیریہ کا اردو ترجمہ دیتے وقت فارسی ترجمہ کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور بیشتر اسی پر انحصار کیا گیا ہے۔

۳۔ترجمہ رسالہ قشیریہ (فارسی)ص ۳۵۹۔۳۶۰

۴۔''سیری محمد'' مولفہ محمد علی سایانی مخطوطہ فارسی نیشنل میوزیم کراچی ۔شمارہ ۲۶۷۔۱۹۷۰ء ۔ این ۔ ایم ورق ۲۷ الف

۵۔''جوامع الکلم'' (ملفوظات سید گیسودراز) مرتبہ سید محمد اکبر حسینی ۔مخطوطہ فارسی ، برٹش میوزیم ۔شمارہ or۲۵۲ ورق ۲۰۰ الف و ب ۔

۶۔ترجمہ رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ۲۶۳۔ ۳۶۴

۷۔خواجہ عبداللہ انصاری'' طبقات الصوفیہ'' تصحیح حبیبی کابل ۱۳۴۱ ش۔ص ۷۳۔

۸۔غزالی ۔ احیاء العلوم (اردو ترجمہ) جلد چہارم مکتبہ رحمانیہ لاہور۔سال ندارد۔ص ۳۵۴۔

۹۔شیخ شہاب الدین سہروردی ۔عوارف المعارف، اردو ترجمہ۔مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی ۱۹۷۷ء۔ ص ۴۰۰

۱۰۔ Muhammad Saleem Akhtar (Editor). Kalimat al- Sadiqin of Muhammad Sadiq Dihlavi, Lahore. 1988. Editor's Introduction, pp. 83-85.

۱۱۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۔''اخبار الاخیار'' مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء۔ص ۲۷

۱۲۔الہ دیا چشتی۔ سیر الاقطاب ۔مطبع نول کشور لکھنؤ۔۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء۔ص ۱۸۹

۱۳۔سید صباح الدین عبدالرحمٰن ۔'' بزم صوفیہ'' طبع سوم ۔اعظم گڑھ ۱۹۷۹ء،ص ۲۸۵۔۲۸۶

۱۴۔ترجمہ رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ۶۷۲۔

۱۵۔ شیخ ابو نصر سراج'' کتاب اللمع فی التصوب'' اردو ترجمہ از سید اسرار بخاری۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن۔لاہور ۱۹۸۴۔ص ۵۲۱۔

۱۶۔حمید قلندر۔'' خیر المجالس'' با تصحیح خلیق احمد نظامی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۵۹ء۔ص ۲۵۷۔

۱۷۔ Simon Digby, 'Qalandars and Related Groups (in the ...Delhi Sultanate of the Thirteenth and Fourteeth Centuries) in Islam in Asia. The Harry S. Truman institute for the Advancement of Peace,1984,vol. 1, p.81.

۱۸۔(الف) غزالی۔'' کیمیائی سعادت'' تہران، خرداد ۱۳۶۴ھ۔ص ۶۰۰۔

۱۹۔ ''خیر المجالس'' ص ۲۰۲

۲۰۔ Khaliq Ahmad nizami, The Life and Times of Shaikh Farid-uddin Ganj-I-Shakar, Aligarh, 1955,pp-5152

۲۱۔ ''خیر المجالس'' ص ۲۰۳۔۲۰۲

۲۲۔ ''فوائد الفوائد'' مرتبہ خواجہ حسن دہلوی، بالتصحیح محمد لطیف ملک لاہور ۱۹۶۶ء، ص ۷۸۔۷۹۔

۲۳۔ ترجمہ ''رسالہ قشیریہ (فارسی) ص ۵۶۸۔۵۶۹۔

۲۴۔ ''فوائد الفواد'' ص ۲۴۶

۲۵۔ محمد غوثی شطاری مانڈوی ۔ اذکار ابرار اردو ترجمہ ''گلزار ابرار ۔اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور۔ ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء، ص ۱۵۵۔۱۵۷

۲۶۔ ملاحظہ ہو'' جہانگیر نامہ'' (توزک جہانگیری) بہ کوشش محمد ہاشم ۔ بنیاد فرہنگ ایران ۱۳۵۹ شمسی۔ص ۹۸۔ یہ واقعہ ۱۲ محرم ۱۰۱۹ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۶۱۰ء کو رونما ہوا

۲۷۔ ابو عبد الرحمٰن سلمی، ملامتیان وصوفیان وجواں مرداں (ترجمہ فارسی) تصحیح دکتر ابوالعلا عففی۔ کابل ۱۳۴۴ھ۔ ص ۵۷

۲۸۔ ''سراج الہدایہ'' (ملفوظات حسین جلال الدین مخدوم جہانیان جہاں گشت) مرتبہ قاضی سجاد حسین، نئی دہلی ۱۹۸۳ء۔ پیش لفظ ص ۱۲۔ ۱۳۔

۲۹۔ ترجمہ ''رسالہ قشیریہ'' (فارسی) ص ۱۸۷۔۱۸۸

۳۰۔ ترجمہ '' رسالہ قشیرہ'' (فارسی) ص ۱۴۷

۳۱۔ سید محمد بن مبارک علوی کرمانی معروف بہ'' میر خورد''۔'' سیر الاولیاء'' مؤسسہ انتشارات اسلامی، لاہور۔ ص ۱۴۵۔

۳۲۔ ضیاء الدین برنی۔ تاریخ فیروز شاہی ، تصحیح سید احمد خان۔ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ ۱۸۶۲ء۔ ص ۳۶۶

۳۳۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی۔ اخبار الاخیار وفی اسرار الابرار ''مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۴۷ ص ۵۸

۳۴۔ سید صباح الدین عبد الرحمٰن۔ بزم صوفیہ۔ دار المصنفین اعظم گڑھ، طبع سوم ۱۹۷۹ء مضمون محولہ

کتاب کے ضمیمہ میں صفحات ۶۳۱ پر دیا گیا ہے۔

۳۵۔Muhammad Habib, 'Chishti Mystic Record of the Sultanate Period', in Politics and Society during the Early Medieval Period, being the collected works of Professor Muhammad Habib,vol.1, Edited by prof. k.A. Nizami, New Delhi, 1974. The article referred to occurs on pp. 385-433. it appeared originally in Medieval India Quarterly, Aligarh vol. 1, No. 2, October 1950.

۳۶.Ali b. 'Uthman al-Hujwiri, Kashf-al-Mahjub, tr R.A. Nichoison, Islamic Book Foundation, Lahore, 1976. pp. 258-59

۳۷۔''خیر المجالس''، ص ۲۰۰۔۲۰۱

۳۸۔ ''جوامع الکلم'' نسخہ برٹش میوزیم۔ ورق ۳۲۔ الف وب

۳۹۔ پروفیسر محمد اسلم ''الدر المنظوم کی تاریخی' مذہبی اور سماجی اہمیت'' اقبال ریویو، جولائی ۱۹۸۴، صفحہ ۱۳۴، بحوالہ الدر المنظوم، ملتان ۱۳۷۷ھ۔ ص ۱۳۳۔

(بشکریہ فکر ونظر، اسلام آباد)